عبدالرحمٰن عزیز

پاکستان نصف صدی میں ترقی کیوں نہ کر سکا؟

آج سے نصف صدی قبل جب برصغیر کے مسلمان' ہندو اور افرنگ کی چکی ظلم کے دو پاٹوں کے درمیان بری طرح پس رہے تھے۔ اتنی بڑی اکثریت کو اقلیت قرار دے کر ان کو اقلیتوں سے بھی بدتر سلوک کا مستحسن سمجھا جاتا تھا اور تمام اقلیتوں میں مسلمانوں سے امتیازی سلوک روا رکھا جاتا تھا اور خاص طور اس دور میں جب انگریزی اقتدار کی چولیں ہل رہی تھیں اور اس کے خاتمے کے آثار واضح نظر آ رہے تھے۔ ہندو افرنگ ملی بھگت سے مسلمانوں سے ادنیٰ غلاموں جیسا سلوک کیا جانے لگا اور ہر طرح کے حقوق سے دستبردار کر دیئے گئے۔

ان تمام محرکات نے راہ راست سے بھٹکے اور اسلام کے روشن اقدار سے نا آشنا مسلمانوں کو چست لگائی اور غلامی میں بدل جانے والی قوم کے ضمیر نے انگڑائی لی اور چاروں طرف ایک ہی پکار بلند ہوئی' آزادی۔۔۔ آزادی۔۔۔ آزادی

تو پھر مسلمانان برصغیر نے حصول آزادی کے لئے بے مثال اور لازوال قربانیوں کی ایک بے نظیر تاریخ رقم کر ڈالی' جلیانوالہ باغ کا قتل عام کسے یاد نہیں' امرتسر کی آگ کے شعلوں کو کون اپنے ذہن سے محو کر سکتا ہے' 14 اگست کے بعد کے حالات سے کون آنکھیں بند کر سکتا ہے اور "موتی لال" کے ان الفاظ کو تاریخ کیونکر بھول جائے گی جو اس نے حیدر آباد کا دورہ کرنے کے بعد کہے تھے کہ "میں نے حیدر آباد کے کنوؤں اور فٹ پاتھوں کو مسلمانوں کی لاشوں سے اٹے ہوئے پایا"

> **میں نے حیدر آباد کے کنوؤں اور فٹ پاتھوں کو مسلمانوں کی لاشوں سے اٹے ہوئے پایا۔**
> **(دورہ حیدر آباد کے بعد موتی لال نہرو کی رپورٹ)**

ان تمام آلام و مصائب کو مسلمانان ہند نے محض اس لئے خندہ پیشانی سے قبول کیا تاکہ ایک ایسی الگ مملکت کا قیام عمل میں آئے جس میں مسلمان اسلام کے آفاقی نظام حیات کے فیوض و برکات سے مستفید ہو سکیں اور اس کی آغوش میں ترقی کی شارع پر گامزن ہو کر غیر کی دست نگری سے نجات حاصل کر سکیں۔ گویا اسلام وہ اساس ہے جس پر پاکستان کی نیو رکھی گئی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصور پاکستان علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں "اگر ہندوستان کے مسلمانوں کا مقصد سیاسی جدوجہد سے محض آزادی اور اقتصادی بہبود ہے اور حفاظت اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں تو پھر مسلمان اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

الحمد للہ! اب پاکستان دنیا کی ساتویں اور عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت بن چکا ہے۔ لیکن جن مقاصد کے لئے یہ وطن عزیز حاصل کیا گیا تھا نصف صدی بعد ان کی طرف کوئی مثبت پیش قدمی نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ تمام کچھ ہونے کے باوجود ہمارا شمار ترقی پزیر ممالک میں ہوتا ہے' آخر کیوں؟ اور اس کی ترقی کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جا سکتا ہے؟۔۔۔ ہماری تنزلی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ترقی کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر بے راہ روی کا شکار ہو گئے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔

ترقی پزیر قوموں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ترقی کے اصولوں پر پابندی سے کاربند ہوں اور ساتھ ساتھ ترقی یافتہ قوموں کا بنظر عمیق مطالعہ کریں اور ٹھوس منصوبہ بندی کریں۔۔۔ یہی اہل خرد کا شیوہ ہے۔ لیکن ترقی یافتہ اقوام کا طوق گلوبند کر لینا یا اندھے منہ ان کے گندے کلچر کی رو میں بہہ جانا اہل جنوں کا طرہ امتیاز ہے۔ عین یہی حالت ہماری ہے کہ ہم نے یورپ کو ترقی یافتہ سمجھتے ہیں لیکن اس کی کسی بھی اچھی چیز کو اپناتے نہیں لیکن ان کی گندی

تہذیب اور فحش کلچر کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔

ماہ اگست اور خاص کر یوم آزادی ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ جس ملک کو ہمارے آباؤ اجداد نے بڑی جدوجہد سے حاصل کیا تھا اسے تناور اور ترقی یافتہ بنانے کے لئے ہم سوچیں اور پھر اس پر کاربند ہو کر اپنے پیارے وطن عزیز کو ترقی یافتہ بنادیں۔۔۔۔ یہ ہم سب کا فرض ہے۔

> **65ء میں بھارت کی اور 89ء میں روس کا پارہ پارہ ہونا باصلاحیت قیادت اور سقوط ڈھاکہ اس کے برعکس قیادت کا نتیجہ تھا۔**

کسی بھی ملک و ملت کے عروج و زوال اور استحکام و ترقی کا مدار تین چیزوں پر ہوتا ہے' افراد' قیادت' نظام۔

اگر افراد مخلص' دیانت دار' کفائت شعار' نیک کردار' ان کے دل میں نظام وملک کی محبت اور ان کے ذہن میں اس کی حفاظت کا احساس موجزن ہو تو وہ ملک و ملت ترقی یافتہ بن جاتی ہے اور دنیا میں بلند مقام حاصل کر لیتی ہے۔

لیکن اگر افراد ناداں' کام چور' بددیانت' بد اطوار اور کج رفتار ہوں تو وہ ملک و قوم کے لئے ترقی تو کیا اپنا وجود بر قرار رکھنا اور اپنے مقام کی حفاظت بھی ناممکن ہو جاتا ہے اور ایسے ملک و قوم جلد ہی نہ صرف اپنا مقام کھو بیٹھتی ہیں بلکہ ان کی داستان تک نہیں رہتی داستانوں میں۔

اس لئے ملک کی ترقی و تنزل کی ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے اور ہم سب اس کے ذمہ دار ہیں اور یہ سوچ بالکل غلط ہے کہ قوم و ملک کی ترقی و تنزل کے ذمہ دار صرف اور صرف حکمران طبقہ ہے اور دفاعی ذمہ دار فوج ہے۔ اس لئے ہماری قوم کے ہر فرد کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے اور ہر فرد کو اپنے مقام کے لحاظ سے جذبہ حب الوطنی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھانی چاہیں جیسا کہ شاعر مشرق نے کہا تھا:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اگر جج' کسان' تاجر' سائنسدان' صحافی اور مزدور غرضہ ہر فرد اپنی ذمہ داری کا احساس کرے گا اور صحیح معنوں میں ان سے سبکدوش ہوگا اور یقین محکم' عمل پیہم' محبت فاتح عالم ایمان اور تنظیم پر کامل طور پر عمل پیرا ہو تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں زیر نہیں کر سکتی۔

حکمران

حکمران وہ قوم ہیں جن کے پاس اقتدار' قوت اور نفاذ کی طاقت ہوتی ہے۔ اس لئے ملکی ترقی کی ذمہ داری عام افراد کی نسبت ان کے کاندھے پر زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے ملک کی قیادت و حفاظت کے لئے دست توانا شخصی وجاہت وا ستحکام' فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت' محب وطن' صداقت وشرافت اور ملکی ترقی میں رکاوٹ بننے والی چٹانوں کو ہٹانے کی بھر پور صلاحیت رکھتے ہوں۔

نگاہ بلند' سخن دلنواز' جاں پرسوز
یہی ہے رحلت سفر میر کارواں کیلئے

تاریخ پاکستان کی گذشتہ باون سالہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ بقول بانی پاکستان ان کھوٹے سکوں نے اپنی کرسی کے استحکام کو ملکی و ملی ترقی اور مفاد پر ہمیشہ ترجیح دی ہے۔ لیکن اگر کسی صالح اور محب وطن نے قیادت کی تو یہ ملک عروج و ارتقاء کی منازل بڑی سرعت کے ساتھ طے کرتا چلا گیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ 1965ء میں بھارت کو شکست فاش ہوئی اور 80ء کے عشرہ میں سوویت یونین کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور 1971ء کا سقوط ڈھاکہ اس کے برعکس قیادت کا نتیجہ تھا۔

اگر ہم واقعی ترقی کے خواہش مند ہیں تو پھر ہمارے حکمرانوں کو عمر بن خطاب اور عمر بن عبدالعزیز کو آئیڈیل بنانا چاہئے اور اپنی قوم کو متحد کرنے کی کوشش کریں اور قوم کو جسمانی وذہنی آزادی دلوانے کی سعی کریں۔ کیونکہ جب تک کسی قوم کو جسمانی و ذہنی آزادی حاصل نہ ہو اور حکمران اپنی سلامتی کے فیصلے اپنی صوابدید پر نہ کر سکیں تو ترقی کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ آج مغرب کے سارے لادینی افکار اور تمدنی تصورات نے ہمارے ذہنوں پر مہر انجماد لگادی ہے اور ہمارے حکمران محض نمائشی ہیں جو اپنی قسمت کے فیصلے کرنے کے مجاز نظر نہیں آتے۔

> **جب تک کوئی قوم جسمانی و ذہنی طور پر آزاد نہ ہو اور حکمران سلامتی کے فیصلے خود نہ کر سکیں تب تک ترقی ناممکن ہے**

ترقی کی شاہراہ پر چلنے کے لئے

آزادی کی گاڑی کو اسلامی تصورات اور تمدن کے ڈرائیور کا ہونا ضروری ہے

غلامی میں کام آتی ہیں نہ شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اسی طرح ہمارے حکمرانوں پر یہ بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تعلیم اور معیشت کے میدان میں ترقی کرنے کے لئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لائیں کیونکہ دور حاضر میں تعلیم کے بغیر ترقی وفتح ممکن نہیں۔

نظام

کسی بھی ملک کے انتظامی امور کے صحیح خطوط پر چلانے میں ملک میں رائج نظام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کامرانی و ناکامی کا دارومدار اسی پر ہے کیونکہ افراد (عوام) ادارے (عدلیہ، فوج، نفاذ قانون، پالیسی ساز، سینٹ، پارلیمنٹ) غرض تمام اقسام کے ادارے اور حکمران اسی نظام کے تحت ہوتے ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی میں خرابی واقع ہو تو اسکی اصلاح قانون کرتا ہے، ملک کو کسی بھی مشکل سے نکالنے، اختیارات کے استعمال اور داخلی و خارجی پالیسی مرتب کرنے میں نظام سے رہنمائی لی جاسکتی ہے۔ گویا قانون وہ مدار ہے جس کے گرد ملکی انتظام کی چکی گھومتی ہے۔ لیکن اگر کسی ملک کا نظام و قانون ہی فرسودہ ہو تو افراد، ادارے اور حکمران کیونکر اپنی ذمہ داریاں کماحقہ سرانجام دے سکیں گے۔ ملک کی داخلی و خارجی امور کیسے طے پاسکتے ہیں اور اختیارات کی حدود کا تعین کون کرے گا جس سے ملک کے انتظام کا بگڑنا لازمی امر ہے۔

> **جب تک مسلمان اسلام کے تابع اور اس کے محافظ رہے تب تک وہ سپر پاور رہے اور مسلمانوں نے جدید علوم وفنون کی بنیاد اس وقت رکھی جب یورپ ابھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔**

اس لئے ملک کا انتظام صحیح چلانے کے لئے ایک بہترین، مضبوط اور کامل نظام ہونا ضروری ہو۔ قابل نفاذ نظام کیلئے لازم ہے کہ وہ فطری ہے اور مساوات کا داعی ہو، قوم کو قائد کی رہبری میں متحد رکھنے اور عناصر بغاوت کو کچلنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور حکمرانوں کو بھی رب الاعلیٰ اور لطیف بالعباد (اللہ اپنے بندوں کو بڑی باریک بینی سے دیکھنے والا ہے) کا تصور دے کر ان کے دست جبر قلم کرنے والا ہو۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہو تاکہ زندگی اور حکومت کے تمام شعبوں میں اس سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہو۔ وہ تمام حقائق پر حاوی اور تمام مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اگر نظام ان تمام خوبیوں کا حامل ہو تو پھر کوئی چیز اس ملک وملت کی ترقی میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

اور یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ان تمام خوبیوں کا مالک اگر کوئی نظام ہے تو وہ اسلام ہے۔ اسلام وہ ضابطہ حیات ہے جو انسان کو محکومیت کی جائے حاکمیت اور تنزلی کی جائے ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

اسلام انسان کو ترقی کی ضمانت بھی دیتا ہے۔

"انتم الاعلون ان کنتم مومنین"

ترجمہ:۔ (اگر تم مومن ہو تو تم ہی (دنیا میں) اعلیٰ و ترقی یافتہ اور فاتح ہو)

آج ہماری معکوس ترقی اور تنزلی کی یہی وجہ ہے کہ ہم "مومنین" کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں اور اسلامی اتباع پر محکومی غیر کو ترجیح دی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

ان غلاموں کا مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں قوموں کو غلامی کے طریق

لیکن موجودہ نظام جمہوریت نے جو نظام حکمرانی دیا ہے۔ اس نے ہمیں تنزلی کے گہرے گڑھوں میں پھینک دیا ہے جن سے نکلنا اس طریقہ حکمرانی کو ختم کئے بغیر ممکن نہیں۔

جمہوری نظام حکمرانی سے ملک میں حشرات الارض کی طرح عصبیت، مذہب، قومیت، لسانیت اور علاقائیت پر کئی طرح کی وحدتیں، گروہ بندیاں اور پارٹیاں جنم لیتی ہیں جو ملکی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہیں۔

ملکی سیاست دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف۔ دونوں ہی ملک وملت سے ہمدردی اور ان کے مفادات کا تحفظ نہیں کرتے بلکہ ہر ایک اپنے حریفوں کے راستے میں مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ اپوزیشن حکمرانوں کے ہر اچھے یا برے کام کی مخالفت کرتی ہے اور مختلف ایشو کھڑے کر کے عوام میں انتشار پیدا کرتے ہیں۔ اس کو حکومت کے خلاف سڑکوں پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس سے امن تباہ ہو جاتا ہے اور ملک اندرونی طور پر کمزور ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حکمران بھی اپنی کرسی کے تحفظ کی خاطر بڑے

اقدام اٹھانے سے گریز کرتے ہیں۔ جس سے ملک اندرونی وبیرونی لحاظ سے کمزور ہو جاتا ہے اور یہی زبوں حالی علماء کی صفوں میں اتحاد کی ہے۔

ملکی ترقی کے لئے ان خود ساختہ مادی اور لادینی اور انسانیت دشمن وحدتوں کے بت پاش پاش کر کے یکجہتی کے قالب میں ڈھلنا ازحد ضروری ہے۔

تاریخ بھی اس بات کی شاہد ہے کہ جب تک مسلمان اسلام کے تابع اور اس کے محافظ رہے اس وقت تک دنیا پر یہی ترقی یافتہ اور سپر پاور رہے اور مسلمانوں نے جدید علوم و فنون کی اس وقت بنیاد رکھی جب یورپ ابھی طفل مکتب بلکہ اندھیری رات کے مسافر کی طرح بے منزل بھٹک رہا تھا۔

پروفیسر "ولفورڈ سمتھ" نے اسلام کے اس منفرد رجحان کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے "مسلم عوام میں کہیں بھی فوقیت کا ایسا مضبوط احساس پیدا نہیں ہوا جو اسلام سے بازی لے گیا ہو۔" اس لئے ترقی کی شارع پر چلنا چاہتے ہیں تو ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ بقول علامہ اقبالؒ۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

پاکستان اس وقت تاریخ کے نازک ترین بحران سے گزر رہا ہے۔ اندرونی و بیرونی سطح پر گوناگوں مسائل اور خطرات سر اٹھائے کھڑے ہیں۔ ہر طرف بے یقینی اور مایوسی کی فضا طاری ہے اور معکوس ترقی کی یہ حالت ہر محب وطن کے لئے تکلیف دہ ہے۔

مگر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ ابھی امید کی ایک کرن باقی ہے۔۔۔

قرآن و سنت سے تمسک ' انقلابیت اور جہادیت کو پیدا کریں' باغیرت و باشعور قوموں کی طرح رہنا سیکھیں تو آج بھی سابقہ عروج وترقی ہماری قدم بوسی کر سکتی ہے۔

پاکستان کو نصف صدی گزر چکی ہے۔ نصف صدی کی مایوسیاں اور کامرانیاں قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔ اب ہمارا اولین فریضہ یہ ہے کہ ہم اپنا سفر اقبال جاری رکھتے ہوئے ماضی پر نظر ضرور ڈالیں کہ اب تک ہم نے گذشتہ عرصہ میں کتنا سفر طے کر لیا ہے اور اس میں کون کونسی کمزوریاں اور کن کن شعبوں میں رہ گئی ہیں ان کا ازالہ کریں اور تابناک مستقبل کے لئے مضبوط منصوبہ بندی کریں اور اپنی منازل کا تعین کریں۔

لیکن یاد رکھیں اگر ہم ترقی کی شارع پر اپنی قدیم ڈگر اور فرسودہ طریقے سے گامزن رہے 'اپنی سمت نہ بدلی اور اپنی روشن زندگی کیلئے انقلاب برپا نہ کیا تو پھر پاکستان ایٹمی قوت ہونے کے باوجود نہ صرف ترقی کی شارع پر گامزن نہیں رہ سکے گی بلکہ مستقبل قریب میں موجودہ دور سے بھی زیادہ خطرناک صورت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بقیہ اسامہ بن لادن

ہے اور مذمتی بیانات' قرار دادیں' جلسے' جلوس اور انہی ظالموں کی چوکھٹ پر انصاف کی بھیک مانگنے کے لئے جانے کا رویہ ترک کر دینا چاہئے اور جہاد کا آزمودہ نسخہ آزماتے ہوئے عملی اقدام کرنا چاہئے۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

ضرورت کمپیوٹر آپریٹر

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے شعبہ کمپیوٹر میں بحمد للہ کمپیوٹرز کی تنصیب مکمل ہو چکی ہے۔ اب ایک ماہر تجربہ کار کمپیوٹر آپریٹر کی اشد ضرورت ہے۔ جو طلبہ کو تربیت دینے کے ساتھ ساتھ جامعہ کے مجلّہ اور دیگر کاموں کی تکمیل کر سکے۔ بالمشافہ ملیں' معقول معاوضہ دیا جائے گا۔

امیدوار کا اہلحدیث ہونا ضروری ہے۔

ادارہ جامعہ